# عدل پیغمبریؐ

(از مولانا عبدالجلیل صاحب بستوی فاضل رحمانیہ)

(۲)

اس سلسلہ کی چند سطریں آپ کے سامنے پیش کی جا چکی ہیں اور نہایت اختصار کے ساتھ اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ عدل کے حقیقی مقتضی کو نہ کسی مذہب وملت نے پورا کیا اور نہ کسی مذہبی عدالت گاہ نے حقوق وضعیہ اور حقوق طبعیہ کی صحیح نگہداشت کیلئے ایسے قوانین بنائے جو عدل کے صحیح مفہوم کو پورا کرتے ہوں اور جنھیں عدل طبعی کہا جا سکے آپ کو یاد ہوگا عدل کی لغوی تحقیق قدرے قلیل گذر چکی ہے ہم دوبارہ اس کا اعادہ کرکے آپ کا وقت عزیز ضائع کرنا نہیں چاہتے مختصر یہ کہ عدل جن تین حروف سے مرکب ہے وہ حروف خود عدل کی حقیقت پر واضح ترین دلیل ہیں۔ عدل کے تینوں حروف غیر منقوط ہیں، جو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ عدل جس روشن اصول کا نام ہے وہ بے داغ اور سنہرا اصول ہے اس پر کوئی داغ اور کوئی دھبہ نہیں، اور نہ کوئی نشان کہ جس کی طرف حرف گیری کیلئے انگلیاں اٹھ سکیں۔ اس سلسلہ کی پہلی قسط میں حقوق طبعیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے۔ آزادی حیاۃ۔ آزادی ضمیر۔ آزادی کسب وعمل۔ ان تینوں حقوق طبعیہ کے ساتھ پیغمبر عربیؐ علیہ الوف التحیۃ والتسلیم نے جو عدل گستری فرمائی ہے انھیں کو ہم نے پیش کیا تھا اب اس کی بقیہ تکمیل ملاحظہ کیجئے۔

## چوتھے مساواۃ حقوق

کسی کو اس کا واجبی حق غیر سے دلا دینا۔ ظالم کی ستم کیشی، جفا کار کی جفا رانی کا استیصال، مظلوم کی دادرسی، فریاد خواہ کی دادگیری، یقیناً عدل ہے۔ قسط ہے انصاف ہے مگر یہ یاد رہے کہ اس کے مختلف ارتقائی مدارج ومراتب بھی ہیں۔ دو فریق مدعی مدعیٰ علیہ میں توازن کے ساتھ فیصلہ کر دینا صاحب حق کو اس کا حق دلا دینا کون نہیں جانتا عدل ہے مگر اس عدل کا درجہ وہ نہیں ہے جو اپنی قوم اور دوسری قوم کے قضایا اور فیصلوں کے وقت برتا جاتا ہے۔ ایک حاکم کو دیکھو گے کہ اس کا قلم اغیار کے فیصلوں میں نہایت عادلانہ فیصلہ کرتا ہے دو فریق کے مابین جو نزاع ہے اس کا تصفیہ کرتے ہوئے اس نے جو تجویز تحریر کی ہے وہ عدل وانصاف کی مکمل تصویر ہوتی ہے مگر جب اسی حاکم کو اپنی قوم کے خلاف فیصلہ کرنا ہوتا ہے تو تم دیکھو گے کہ اس کے ہاتھ سے عدل وانصاف کا دامن چھوٹ جاتا ہے، یہ وہی حاکم ہے جس کے ہاتھ میں اغیار کیلئے عدل کی منصفانہ میزان تھی مگر اپنی قوم کے خلاف فیصلہ کرتے وقت اس کے ہاتھ میں حمیت قومی، میلان طبعی اور امتیازات نسلی کا ظالمانہ اور غیر منصفانہ کانٹا نظر آئے گا۔ اسی حاکم کا خاور قلم غیروں کے حق میں تو عدل وانصاف کی شاہراہ پر تیز گام اور نہایت رواں نظر آرہا تھا مگر اپنی قوم کے خلاف فیصلہ دیتے وقت اس کا توسن قلم تمہیں لنگ نظر آئے گا۔ اس مقام پر پہنچکر عدل وانصاف کرنا پہلی قسم سے بہت ہی اہم اور رفیع تر ہے۔ لیکن ٹھیر و مت آگے بڑھو اور دیکھو

تیسرا درجہ عدل کا ایک اور بھی ہے ممکن ہے آسانی کے ساتھ اپنی قوم کے خلاف نہایت منصفانہ فیصلہ کردیا جائے مگر جب اپنی اولاد کے خلاف عدل و انصاف سے کام لیکر فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ جب اپنی عزیز ترین اولاد سے دوسروں کے حقوق کے ادا کرانیکا نہایت صبر شکن اور شکیب فرسا امتحان کا وقت آجاتا ہے تو تم دیکھوگے کہ بہت کم ایسے حکام نظر آئینگے جو اس امتحان میں پورے اتریں۔ اپنی اولاد کے خلاف عادلانہ فیصلہ کرتے وقت بڑے بڑے منصف حاکموں اور عادل قاضیوں کے پیروں کو لغزش ہوجاتی ہے۔ ایک قاتل عمد کیلئے جو حاکم آسانی کے ساتھ یہ فیصلہ کردیتا ہے کہ ایسے مجرم کو سولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے کیونکہ عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ تم سچ بتلاؤ اگر اسی حاکم کا اکلوتا فرزند اسی جرم میں ماخوذ ہو تو کیا بطیب خاطر یہ حکم دیدیگا کہ میرے بیٹے کو تختہ دار پر لٹکا دو کیونکہ عدل کا تقاضا یہی ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ آئین اور تعزیرات کی کتابوں کے ہزاروں اوراق الٹ ڈالیگا تاکہ کوئی ایسا نکتہ ملجائے جس سے اس کے عزیز فرزند کی جان بچ جائے۔

جو حاکم عدل و انصاف کے سہارے دوسروں کے عزیز فرزندوں کو حبس دوام عبور بدریائے شور، اور جزیرۂ انڈمان بھیجدینے کی تجویز لکھکر انصاف کا ثبوت دیتا ہے اگر اسی کو اپنے بیٹوں کو جزیرۂ انڈمان بھیجنا پڑے، تاحین حیات قید کی سزا دینی ہو تو پتہ چل جائے کہ عدل کا بلند معیار کیا ہے۔ اس مقام پر کلیجہ پر پتھر رکھکر عدل و انصاف کے موافق فیصلہ کردینا عدل کا نہایت بلند مرتبہ ہے اور دوسرے درجہ کے عدل سے ہزاروں درجہ اونچا۔ مگر کیوں نہ میں آپ کو اس سے بھی ایک اور ہی عدل کا بلند اور بالا مرتبہ بتلا دوں کہ جس سے بڑھکر کوئی رتبہ عدل کا ہے ہی نہیں۔ عدل و انصاف کے ارتقائی منازل کی آخری منزل اور مدارج عدل کا نقطۂ اوج یہ ہے کہ انسان خود اپنے نفس اور اپنی جان عزیز کے خلاف فیصلہ کردے یعنی اگر کسی کا حق تمہارے نفس پر عائد ہوتا ہو تو تم بے لاگ ہوکر یہ حق دینے پر تیار ہوجاؤ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ تمہارے ہاتھ سے مثلاً کسی غریب قلاش اور رعایا کے نہایت کمزور فرد پر ناحق چند کوڑے لگ گئے۔ چند ہی لمحوں کے بعد اپنی ناانصافی کا تم کو احساس ہوا نیز پبلک کا وہی کمزور اور مظلوم فرد تم سے دادرسی کا خواہاں ہوا اور عدل و انصاف کا واسطہ دیکر تم سے اپنا حق طلب کرتا ہے تو اگرچہ تمہارے پیروں کے نیچے تخت طاؤس پڑا ہوا ہو۔ اگرچہ تم اپنے قدموں سے دارا و سکندر کے تاجہائے زریں تک کو ٹھکرا رہے ہو، اگرچہ تمہاری شوکت و حشمت، رعب و اجلال کے آگے دنیا نے نینوا و بابل کی حشمتوں کو بھلا دیا ہو۔ خواہ ایسا ہی کیوں نہ ہو کہ تمہارے ہاتھ میں تمام دنیا جہان کی باگ ڈوری ہوئے چاہے تمہارے دائیں ہاتھ میں جواہرات اور بائیں ہاتھ میں سونے کے پہاڑ ہی کیوں نہ ہوں، خواہ کروڑوں انسان تمہارے احکام و اوامر کی پرستش کیلئے کمربستہ ہی کھڑے رہتے ہوں مگر عدل کی یہ پکار ہے انصاف کی یہ آواز ہے کہ تم برسر بازار اس مظلوم کا بدلہ ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوجاؤ۔ اور اپنی پشت سے کپڑا ہٹا کر پبلک کے اس غریب فرد کے کوڑے کی ضربیں سہہ لو اور پھر یہ نہیں کہ تم کبیدہ خاطر اور رنجیدہ ہو نہیں نہیں بلکہ تمہاری روح خوش ہوجائے کہ تم نے عدل و انصاف کا حق ادا کردیا۔ کیا عدل و انصاف کا یہ ارفع اور اعلیٰ ترین مقام انسانی تصور میں آسکتا ہے؟

مساواۃ حقوق کے ضمن میں جہاں عدل کے مذکورہ بالا مدارج کو یاد رکھنا ضروری ہے وہاں یہ بھی یاد رہے کہ مساوات

اور برابری کے وہ حقوق جو آئین اور شرع کی طرف سے ہر فرد بشر کو جو کہ آئین کے دائرے میں ہو بلا امتیاز نسل و قوم، زلہ و بوم، بلا تفریق حسب و نسب، محض ذاتی قابلیت و استعداد کی بنا پر حاصل ہوں یہ بھی حقوق طبعیہ ہی میں سے ہیں۔

امیر اور غریب افراد، حاکم و محکوم، راعی و رعایا، خاندان شاہی اور خاندان فقیری کے جمیع افراد کو تمام مراعات میں برابر کا سہیم و شریک بنانا لابدی ہے۔ یا کسی شاہزادے کے خورد و نوش کا اگر انتظام ہے تو رعیت کے غریب بچوں کا پیٹ بھرنا بھی لازمی ہے، کسی امیر کو امور سلطنت میں رائے دہندگی کا حق اگر حاصل ہے تو کسی غریب کو کیوں نہ ہو، اگر روسا و متمولین اور خاص مقدار کے ٹکس دہندگان کو نمائندہ حکومت کے انتخاب میں ووٹ دینے کا حق ہو تو غربا کو محض ان کی غربت کی وجہ سے کیوں اس حق سے محروم کر دیا جائے۔ اگر کسی غریب فرد پر ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلتا ہے تو شاہزادہ اس سے کیوں بری ہو۔ یہ اور اس قسم کی چیزیں جن کو مساوات حقوق کہا جاتا ہے۔ اگر انسان کو نہیں دیئے گئے تو یقین رکھئے انسان کے اس حق طبعی کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی کی گئی اور یہ وہ ظلم عظیم ہے کہ جس کے گناہوں کی ہونا کی کا تصور بھی محال ہے۔ اور اگر یہ حقوق سب کو دیدیئے گئے تو یہ بلند ترین عدل ہوگا جسکو عدل طبعی کہیں گے۔ آیئے ہم اب پیغمبر عربی علیہ السلام کی زندگی اور آپ کی پاکیزہ تعلیم میں دیکھیں کہاں تک یہ عدل پایا جاتا ہے۔ اور آپ کی حیاۃ مقدسہ کس حد تک اس موضوع پر روشنی ڈالتی ہے۔ ہاں یہ دقیق تر نکتہ بھی آپ یاد کر رکھیں کہ وہ خلافت راشدہ جو آپ ہی کی پیشینگوئی کے مطابق منہاج نبوت پر قائم رہی۔ اس خلافت کے وقائع اور احوال سے بھی ہمارے اس موضوع "عدل پیغمبری" پر استدلال کرنا خارج از بحث نہ سمجھا جائیگا، کیونکہ خلافت کے یہ چھوٹے چھوٹے چراغ اسی آفتاب رسالت سے روشن ہوئے ہیں جو بانی عدل ہے۔ اور ان کے فیصلے اسی شمع رسالت کی مقدس تعلیم کی روشنی میں ہوئے ہیں جو پیکر عدل و قسط اور بانی انصاف ہے۔ کون نہیں جانتا یہ خلفاء مدینہ طیبہ ہی کی آموزگاہ عدل و انصاف کے فارغ التحصیل طلبا اور "عدالتگاہ مدینہ" ہی کے سند یافتہ ماہرین عدل و انصاف ہیں۔ لہذا ان میں سے اگر کسی کے بعض عادلانہ کارناموں سے استدلال کیا جائے تو اسے الثمرۃ تنبئ عن الشجرۃ کے قبیل سے شمار کرنا چاہیئے۔

آنحضور علیہ السلام کی تعلیم عدل کا سلسلہ بہت طویل ہے مختصراً چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں ارشاد ہے وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (پ ۵ ع ۸) اس آیت سے قبل مومنین بندوں کو کچھ بشارتیں سنائی گئی ہیں اور پھر اس کے بعد فرمایا گیا! اے مومنو جس وقت تم لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو تو چاہئے کہ تمہارا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہو۔ ناس مطلق آدمیوں کو کہتے ہیں۔ کالے گورے عربی عجمی کی کوئی تخصیص نہیں، مسلم و کافر میں کوئی حصر نہیں، کسی نسل و قوم کسی وطن اور ملک کے آدمیوں کے ساتھ اختصاص نہیں، بلکہ ساری دنیا جہان کے بسنے والے فرزندان آدم کو ناس کہتے ہیں۔ پس اب آیئہ کریمہ کے معنی پر غور کرو پیغمبر عربی کی مقدس تعلیم اور ہمہ گیری عدل کو دیکھو، عدل و انصاف کی اس سے بڑھکر اور کیا پاکیزہ تعلیم ہو سکتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی عدالتگاہوں میں تقسیم حقوق کے وقت، رنگ و روپ، نسل و قوم، ملک و وطن اور

زبان وغیرہ کے خصوصی امتیازات کی بنا پر فیصلے ہوتے آئے ہیں۔ اور بنی نوع انسانی کے ساتھ کبھی اس نوعیت کا عدل اور انصاف نہیں کیا گیا۔ کسی دور اور کسی عہد میں بادشاہ وقت کی طرف سے یہ حکم ماتحت عدالتوں کو نہیں دیا گیا کہ تمام لوگوں کو خواہ کسی قوم و نسل، کسی ملک و ملت سے تعلق رکھتے ہوں نگران کے ساتھ اپنی ہی قوم جیسا سلوک اور انصاف کیا جائے اگر اس نوع کے عدل کا دعویٰ ہے تو محض آنحضورؐ کی تعلیم کو ہے کہ جس نے عدالت کے کٹہرے میں پیغمبر عربی علیہ السلام کے داماد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک جھوٹے مدعی یہودی کے مقابل میں مدعیٰ علیہ کی حیثیت سے کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا تھا، تاریخ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک یہودی آیا اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ دعویٰ کیا مدینہ کی عدالت نے حکم دیا کہ علیؓ تم بھی کھڑے ہو اور صفائی پیش کرو۔ الغرض امتیازات نسل و قوم۔ زبان اور ملک وغیرہ کے پرانے امراض کا خاتمہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔ (حجرات) اللہ کے نزدیک زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ نیز فرمایا وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ یعنی رنگ و روپ اور زبان کا اختلاف تو محض کارساز فطرت کی کرشمہ سازی کا مظہر ہے۔ تقسیم حقوق کا ان کے ساتھ کوئی علاقہ نہیں۔ نیز فرمایا وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا (حجرات) ہم نے تمکو مختلف قبائل میں تقسیم صرف اس لئے کیا ہے تاکہ تم میں امتیاز باقی رہے اور تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یعنی یہ نہیں ہے کہ اس اختلاف پر کچھ قومی اور نسلی فضائل و شرف مرتب ہوتے ہیں بلکہ یہ محض وسیلہ تعارف اور ذریعہ امتیاز ہے۔ نسل، زبان، رنگ، یہی سب چیزیں انصاف اور عدل کے راستے میں روک اور نہایت ہی شدید حائل ہوا کرتی تھیں اسلئے مدینہ کے مقنن اعظم رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انھیں کا خاتمہ کیا اور نہایت تاکید کے ساتھ حکم دیا کہ جس وقت تم فیصلہ کرو تو یہ نہ دیکھو کہ کون ہیں جن کا تمہیں فیصلہ کرنا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ تمہارا فیصلہ کیا ہو رہا ہے۔ تمہارا محکمہ عدل و انصاف کی سچی عدالتگاہ ہو۔

آپ کو معلوم ہوگا ملک غسان کا شاہزادہ جبلہ بن ایہم اسلام لانے کے بعد جب انتہائے ناز اور شان و شوکت کے ساتھ اپنی بیش قیمت چادر اوڑھے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو سوء اتفاق سے لاعلمی کی حالت میں کسی غریب بدوی کا پیر اس کی چادر پر پڑ گیا کمال طیش سے شاہزادے نے اس غریب کو ایک طمانچہ رسید کر دیا تھا جب مدینہ کی عدالت میں حضرت فاروقؓ کے سامنے اس بدوی نے مرافعہ پیش کیا تو عدالت نے فیصلہ کیا کہ یا تو بدوی سے اپنے قصور کی معافی مانگ یا پھر بدوی بھی اے شاہزادے تیرے شاہانہ اور مغرور رخسار پر تھپیڑ لگائے گا۔

انسان کے حق طبعی کے ساتھ یہ ہے مساویانہ عدل جس کی نظیر سے دنیا کی عدالتگاہیں خالی ہیں۔

دنیا کی سب سے بڑی ناانصافی میدانہائے جنگ میں ہوا کرتی ہے، نپولین بوناپارٹ، چنگیز اور ہلاکو خاں، سیزر و جولیس سکندر مقدونی اور بخت نصر کے معرکہائے کارزار کی ناانصافیوں کو دیکھو، جنگ عالمگیر کے دوران میں اینٹورپ اور لیسر پر جرمنی کی خوفناک بمباری کا تصور کرو کیا حشر برپا ہو گیا تھا۔ خیر یہ تو کچھ دن پہلے کی باتیں ہیں آؤ اس دور تہذیب و ترقی میں دیکھیں کہ

عرصہ رزم میں کونسا انصاف ہوتا ہے شاید آپ بھولے نہ ہوں ابھی چند سال ہوئے روما الکبریٰ کی مغرور فاسطی طاقت نے بے سینیا کے مظلوم بوڑھوں، عورتوں، بچوں سب پر بلا امتیاز زہریلے بم برسا کر انھیں پاگل بنا دیا تھا، جاپان کی متمدن سلطنت کو دیکھو، کمزور اور ضعیف چین کے باشندوں پر بلا امتیاز گولہ باری کرتی ہے۔ آجکل ہی کی جنگ کو لو دیکھو کیا ناانصافی ہو رہی ہے، اسکول کے بچوں اور کمزور بوڑھوں اور ناتوان عورتوں کا کیا قصور مگر اندھا دھند گولہ باری سے سبھی موت کے گھاٹ اتر رہے ہیں دولت برطانیہ جیسی عظیم الشان ایمپائر خود اپنے لفظوں میں "موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہے" بولوں، راہبوں، عبادت گاہوں، ہسپتالوں کی کیا خطا۔ مگر پوری بے رحمی کے ساتھ سب کو بمباری کی نذر کیا جا رہا ہے محکمہ اطلاعات لندن کی وہ فہرست نقصانات جو ۱۵ر نومبر ۱۹۴۰ء تک کی شائع ہوئی ہے اسے پڑھو معلوم ہوگا کہ بڑے بڑے گیارہ ہسپتال۔ تینتیس ۳۳ گرجا گھر جن میں، ویسٹ منسٹر ایبے، سینٹ پال۔ اور کنٹربری کی مشہور گرجائیں بھی برباد ہیں شامل ہیں۔ اخبارات مثلاً لندن ٹائمز، ڈیلی ہیرلڈ، ڈیلی میل، ڈیلی ورکر، نیو اسٹیٹسمین، وغیرہ کے دفاتر اور عمدہ کتب خانے بھی جنگ کی نذر ہو رہے ہیں۔ کتب خانہ اسکندریہ کے نذر آتش کر دینے کا مسلمانوں پر فرضی الزام لگانے والے شاید اب بیدار ہوں۔

میرے معزز ناظرین یہ تو ان کی عدالت رانی ہے جو اسلام کو وحشی اور درندہ خونریز اور سفاک دین ثابت کرتے ہیں مگر تم خود اپنی تاریخ پڑھو۔ پیغمبر عربی علیہ السلام اپنے جانباز سپاہیوں کو فوجی ہدایات دیتے ہوئے فرماتے ہیں، خبردار عورت، بچے، بوڑھے عبادت گاہیں، راہب، دشمن کے مویشی، ان کی کھیتیاں، ان کے باغات، ان کی کھیتیاں ہرگز برباد مت کرو۔ یہی نہیں۔ اثنائے جنگ میں سپہ سالار خالد کے ہاتھ سے ایک عورت قتل ہو جاتی ہے آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا خدایا خالد کے اس کام سے میں اپنی برأت ظاہر کرتا ہوں —

رضی اللہ یہ وہی خالد سیف اللہ ہیں جن کی کمانڈ میں ایرانیوں اور رومیوں کو شام کی سرزمین سے مار بھگایا گیا تھا۔ انھیں کے ہاتھ میں نو تلواریں دشمن پر حملہ کرتے کرتے ٹوٹ گئی تھیں مگر ایک ناانصافی کی وجہ سے آنحضور علیہ السلام یہ تہدید اور وعید سنا رہے ہیں۔

آپ کے ستائیس **غزوات** کو دیکھ جاؤ کیا یہ ناانصافیاں ملتی ہیں، تم دیکھو گے کہ آپ کی پوری زندگی میں کوئی واقعہ عدل و انصاف کی شاہراہ سے الگ نہ ہوگا۔ دنیا کی دوسری سب سے بڑی ناانصافی میدان جنگ کے بعد دینی عدالتگاہوں میں ہوتی ہے، اس سلسلہ میں پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جب ہم طرز عمل کو دیکھتے ہیں تو روز روشن کی طرح آپ کی یہ عدل پروری ظاہر ہو جاتی ہے۔ جس میں آپ کا کوئی سہیم و شریک نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں منجانب اللہ اس بات پر مامور ہوں کہ جب کسی قوم کا فیصلہ دوں تو عدل و انصاف کے ساتھ دوں، ارشاد ہے۔ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (پ ۶ ع) اے نبی اگر تم ان میں فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو" یہاں ذکر مومنوں اور جماعت مسلمہ کے فیصلہ کا نہیں ہے اس سے قبل کی چند آیات کو پڑھو مکار یہودیوں کا بیان ہو رہا ہے، زر پرست علماء تورات زانی مجرموں کو جبکہ کسی رئیس گھر سے اس کا علاقہ ہوتا سنگسار کرنے کے بجائے معمولی تعزیر کے بعد رہا کر دیتے ان مکار یہودیوں نے چاہا کہ

اپنے اس ظالمانہ فیصلہ پر آنحضور علیہ السلام کی بھی مہر تصدیق ثبت کرادیں مگر وحی الٰہی نے آپ کو خبردار کردیا کہ دیکھنا جو فیصلہ کرو انصاف اور عدل کے موافق کرو۔ زنا زنا ہے۔ سرقہ سرقہ ہے، قتل و خونریزی بہر صورت جرم ہے اسلئے کوئی بھی جرم کا مرتکب ہو حد اور تعزیر برابر قائم کی جائیگی۔ امیر و غریب کا فرق نہیں۔ قبل از نبوت بنار کعبہ کے وقت حجر اسود کو اس کی جگہ میں رکھنے کا جب جھگڑا پیدا ہوا تو آپ ہی کے عادلانہ فیصلہ نے قوم کو ایک بہت بڑی خونریزی سے بچا لیا تھا۔ ربیع بن خثیم کے اس قول پر ہم اس شق کو ختم کرتے ہیں جس نے کہا ہے کان یتحاکم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاسلام یعنی آنحضورؐ کے پاس قبل از اسلام بھی مقدمات فیصلہ کے لئے جایا کرتے تھے۔ ظاہر ہے آپ کے ہاتھ میں قوت و اقتدار کی باگ ڈور نہ تھی پھر بھی مقدموں کا جانا محض اسلئے تھا کہ آپ سب سے بڑے منصف اور عادل تھے۔ یہ تو مجموعی طور پر آپ کا تمام قوموں کے ساتھ میدان جنگ اور دینی عدالتگاہ میں عادلانہ معاملہ اور منصفانہ برتاؤ تھا۔ لیکن ذرا آپ کے ان فیصلوں کو دیکھو جو خاص اپنی قوم کے ساتھ متعلق ہیں۔ روایات حدیث کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک اعلیٰ خاندان کی عورت قریشیہ مخزومیہ چوری کے جرم میں ماخوذ ہوئی عدالتگاہ مدینہ سے فیصلہ صادر ہوا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ بڑے بڑے قرشی صحابہ کرام کے قدم ڈگمگا گئے۔ خیال ہوا کہ یہ تو بڑی بے عزتی ہے ناک کٹی جاتی ہے۔ لوگ کہینگے عرب کے اعلیٰ ترین خاندان قریش کی بہو بیٹیاں بھی چوری کرتی ہیں لہذا رسالتمآب کی خدمت میں اس کی معافی کی سفارش کی جائے مگر اس عادل فرمانروا کی بارگاہ میں اس کام کیلئے جانے کی جرأت کون کرے شدہ شدہ طے ہوا کہ آپ کے محبوب متبنی زید بن حارثہ کو بھیجا جائے۔ چنانچہ زیدؓ گئے مطلب عرض کیا سنتے ہی آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا فرمایا اے زیدؓ کیا تم اللہ کے حدود میں سفارش کرتے ہو خبردار ہماری عدالتگاہ سے تمہیں یہ امید نہ ہونی چاہئے کہ یہاں قرشی غیر قرشی، شریف غیر شریف کی لغو تقسیم کے موافق فیصلہ ہوگا یہاں تو ہماری عدالت کا یہ کھلا اعلان ہے کہ اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ آؤ دنیا کے موجودہ حکام کی جفاکیشیوں کا جائزہ لو دیکھو سفارشوں اور رشوتوں کا کیا حال ہے صحیح سے صحیح تر سچا سے سچا مقدمہ سفارشیں نہیں پہنچیں اور رشوتیں نہیں دی گئیں اسلئے جھوٹا ہوگیا۔ اور باطل سے باطل جھوٹا سے جھوٹا مقدمہ چونکہ سفارشیں پہنچ گئیں اسلئے حق ہوگیا اناللہ۔ جہاں آپ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کا ذکر فرمایا وہاں یہ عام حکم اور کلی قانون بھی بیان فرمایا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (پ ۸) یعنی جب کوئی بات کہنی ہو تو عدل کے موافق کہو چاہے اپنے اقربا اور عزیزوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

ہم نے شروع میں عرض کیا تھا کہ عام اقوام کے فیصلوں اور اپنی اولاد کے فیصلوں میں دنیا کی عدالت گاہوں نے نہایت ناانصافی کی ہے مگر تم دیکھ رہے ہو کہ پیغمبر عربی علیہ السلام کی عدالت گاہ میں ہر ایک کے لئے انصاف ہی عدل ہے۔ جو فیصلہ غیر اقوام کیلئے تھا وہی اپنی قوم کیلئے بھی اور جو حکم اپنی قوم کے عام افراد کیلئے تھا وہی اپنی چہیتی اولاد کیلئے بھی، دنیا میں آپ کو اس عدل کی نظیر نہ ملیگی۔

عدل اور انصاف کے ان چند انواع اور اقسام کے بعد اس عدل کو پیش کر رہا ہوں جو عدل کی انتہائی منزل ہے اور اپنی ذات اور اپنے نفس کے ساتھ متعلق ہے، آپ نے پڑھا ہوگا میدان بدر میں فوجیوں کی صف بندی ہو رہی تھی ایک شخص صف سے الگ ہو رہا تھا آپ نے چھڑی سے سیدھا ہونیکا حکم دیا ذرا سا اشارہ کرنا تھا کہ وہ شخص بول اٹھا اے نبی اکرم علیہ السلام آپ نے مجھے چھڑی سے چونکا لگا کر تکلیف دی ہے میں آپ سے اسکا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔

چند ٹکے کے ٹٹ پونجیئے حولداروں کو دیکھو پانچ پولیس پر افسری ملی ہے مگر دماغ آسمان پر ہوتا ہے زدو کوب بھی جائز ظلم وستم بھی روا۔ اس سے آگے انسپکٹر پولیس، داروغہ اور سپرنڈنٹ اور فوج کے چیف کمانڈر کو دیکھو سب اپنی اپنی جگہ فرعون ہوتے ہیں، بدلہ دینا تو درگذر اپنے ماتحت لشکریوں سے سیدھے منہ بات تک نہیں کرتے" یاد رہے کسی خاص حکومت کے ان پرزوں کی طرف میرا اشارہ نہیں ہے بلکہ عام دنیا کے غیر اسلامی نظام حکومت کے ارکان کی طرف اشارہ ہے خیر یہ تو اس وقت کی ناانصافی کا ذکر ہوا لیکن کیا تمہیں معلوم ہے کہ سرور کائنات فخر موجودات رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدلہ چاہنے والے سے کیا کہا تھا۔ تاریخ کے صفحات پر زریں حروف سے یہ واقعہ ثبت ہے کہ نبیوں کے سردار رسولوں کے پیشوا۔ نبی عربیؐ نے پکارا آجاہیں بدلہ دینے کیلئے تیار ہوں، اس نے کہا حضورؐ آپ کی پشت پر کپڑا ہے میری پشت ننگی تھی آپ نے فرمایا اس پر بھی میں بخوشی راضی ہوں اور فوراً کپڑا ہٹا دیا۔ اس نے بڑھکر آپ کی پشت مبارک کو چوم لیا اور کہا کہ میری غرض یہی تھی۔ اس عاشق رسولؐ کی اس دلی تمنا سے تو کوئی واقف نہ تھا کہ یہ تو صرف خاتم نبوت کے چومنے کیلئے تڑپ رہا ہے اور زندگی کی بڑی کامرانی اسی میں جانتا ہے" مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ آپ کس طرح بدلہ دینے پر تیار ہو گئے، دنیا کے تمام حکمرانوں کی تاریخ چھان ڈالو ایسی کوئی دوسری مثال نہ ملیگی۔

بادشاہ کے حقوق ومراعات کیلئے الگ قوانین ہوتے ہیں، گورنر جنرل اور صوبہ گورنران عام پبلک قانون کی زد میں نہیں آتے۔ گورنر جنرل اور صوبہ گورنر پر کوئی مقدمہ نہیں چل سکتا، بادشاہ تو درکنار یہ تو محض عدل پیغمبری ہی ہے جس نے امیر فقیر۔ حاکم ومحکوم، بادشاہ۔ اور رعایا سب کو ایک نظر سے دیکھا اور سب کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔ چونکہ اس قسم کی تمام جزئیات کا استقصار مقصود نہیں اسلئے اسی پر ختم کرتے ہوئے ہم ایک آخری گذارش کر رہے ہیں امید کہ آپ عمل کی کوشش کریں گے۔

**ناصحانہ گذارش** - اخبار بیں حضرات اور رسائل وجرائد کے ناظرین وقت کے اہم سے اہم مسئلوں کو بھی محض تفریح طبع کے طور پر پڑھتے ہیں۔ عمل کرنے کی نیت سے کم ایسا ہوتا ہے کہ ٹھنڈے دل سے مضامین پر غور کریں، کیا میں آپ سے امید رکھوں کہ عملی طور پر آپ عدل وانصاف پر کاربند ہوں گے۔ آپ اس قسم کی غلط فہمی میں نہ مبتلا رہیں کہ عدل وانصاف کی انجام دہی انھیں لوگوں کے فرائض میں سے ہے جن کے ہاتھ میں حکومت کا اقتدار اعلیٰ ہے نہیں نہیں بلکہ پورا نظام عالم سرتاسر عدل ہی عدل پر مبنی ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ مطالبۂ عدل سے خالی نہیں، بادشاہ رعیت کے ساتھ، شہر کا

حاکم شہریوں کے ساتھ گاؤں کا افسر بستی والوں کے ساتھ، گھر کا مختار گھر کے متعلقین کے ساتھ، بیٹے والدین کے ساتھ شوہر بیوی کے ساتھ، مالک نوکر وخادم کے ساتھ، امیر غریب کے ساتھ، الغرض ہر شخص اپنی جگہ پر عدل وانصاف کا مکلف ہے اور منجانب اللہ ہر شخص پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے، کاش عدل کے صحیح معنوں پر آپ عامل ہو جائیں، اگر ایسا ہو تو چند مہینوں اور سالوں میں ظلم وطغیان کا خاتمہ، اور برائیوں اور منکرات کا استیصال ہو جائے۔ آپ کا شہر پاک۔ آپ کا قصبہ اور موضع برائیوں سے محفوظ، اور آپ کے گھر کی پوری اصلاح ہو جائے۔ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کا بھی یہی مفہوم ہے کہ تم ہر برائی کے مٹانے اور ہر نیکی کی ترویج کیلئے پیدا کیئے گئے ہو۔" تمام دنیا کے مسلمانوں کو بیک زبان پکار کہدینا چاہیئے سے

اردنا خطۃ لاضیم فینا۔ یسوی بینا فینا السواء ہم ظلم اور ناانصافی پر راضی نہیں۔ سب سے اخیر میں ہم ارادتمندی کے اس شعر پر اپنا مضمون ختم کرتے ہیں۔ یارب صل وسلم دائما ابدا + علی نبیک خیر الخلق کلھم۔

---

# امتحان سہ ماہی

حسب دستور اس سال بھی مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا سہ ماہی امتحان بحمد اللہ خیر وخوبی کے ساتھ انجام پذیر ہوا ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۴۱ء بروز ہفتہ سے ۳ محرم سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۳۱ جنوری سنہ ۴۱ء بروز جمعہ تک تعلیم ملتوی کرکے طلبہ کو تیاری کا موقع دیا گیا۔ ۴ محرم مطابق یکم فروری سے باقاعدہ تحریری امتحان شروع ہوا۔ تقریباً تین روز میں امتحان ختم ہوا۔ ۷ محرم بروز منگل کو مدرسہ میں تعطیل رہی۔ ۸ کو نتیجہ سنایا گیا۔ جناب مہتمم صاحب نے خود ان طلبہ کو جو ناکام ہوئے تھے بلاکر تنبیہ کی۔ اور آئندہ مزید محنت کرنے کی ترغیب دی۔ اور جو اپنی جماعتوں میں اول آئے ان کو دو دو روپے نقد بطور انعام مرحمت فرمائے۔

عجیب اتفاق ہے کہ ساتویں جماعت میں عبد اللہ اعظمی اور عبد العزیز بستوی دونوں کے نمبر مجموعی حیثیت سے برابر تھے، اور یہ دونوں گویا اپنی جماعت میں اول آئے۔ عالی حوصلہ مہتمم صاحب نے ان کی ہمت بڑھانے کیلئے دونوں کو برابر انعام عطا فرمایا۔ یعنی کل عہ۲۲ روپے آپ نے اس موقع پر تقسیم کئے فجزاہ اللہ احسن الجزاء

جن لڑکوں کو انعام ملا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

| | |
|---|---|
| دورۂ حدیث میں۔ حافظ عبد الشکور حیدرآبادی | چہارم میں احمد اللہ مرشدآبادی |
| ہشتم ״ ۔ حافظ عبد الخالق جے پوری | سوم ״ عبد الرحیم پنجابی |
| ہفتم ״ عبد اللہ اعظمی وعبد العزیز بستوی | دوم ״ عبد العلیم جے پوری |
| ششم ״ رستم احمد بنگالی | اولی ״ محمد عتیق ٹونکی |
| پنجم ״ میزان الرحمن بنگالی | ادنی ״ عبد الغنی راجمندری |